ذِکر اللہ کی فضیلت

مدرّس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ ؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ((اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ؟)) قَالُوْا: بَلٰی! قَالَ: ((ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی)) (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

حضرت ابوالدرداء ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر‘ اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے‘ اور تمہارے درجات کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے‘ اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں خیر ہے‘ اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لیے اس میں خیر ہے جس میں تم اپنے دشمنوں (اور اللہ کے دشمنوں) کو موت کے گھاٹ اتارو اور وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتاردیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں‘ (یارسول اللہ! ایسا قیمتی عمل ضرور بتایئے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’وہ اللہ کا ذکر ہے۔‘‘

اس حدیث کے راوی حضرت ابوالدرداء ؓ ہیں جن کا شمار رسول اللہ ﷺ کے ممتاز صحابہ کرام ؓ میں ہوتا ہے۔ ان کو قرآن مجید کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا۔ وہ حافظ قرآن تھے اور اس بارے میں انہیں سند کا درجہ حاصل تھا۔ زہد و تقویٰ اور علم و عمل میں وہ اونچے مقام پر فائز تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جذبہ شہادت سے بھی سرشار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ اُحد میں ان کی جانبازی دیکھی تو انہیں نعم الراکب (اچھا سوار) فرمایا۔ مواخات کے موقعہ پر انہیں حضرت سلمان فارسی ؓ کا بھائی قرار دیا گیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو اپنی طرف متوجہ کر کے فرمایا: ’’کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمہارے درجات کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے‘ یہاں تک کہ سونا چاندی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اور اس جہاد و قتال سے بھی بہتر ہے جس میں تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کرو‘ وہ تمہاری گردنیں ماریں اور تم ان کو قتل کرو؟‘‘ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں‘ یارسول اللہ ﷺ! آپ ایسا عمل ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اس درجہ کا قیمتی عمل اللہ کا ذکر ہے‘‘۔ اللہ کے ذکر کی یہ فضیلت قرآن کے الفاظ ﴿وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ﴾ (العنکبوت: ٤٥) کی تفسیر و تشریح ہے۔ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد و قتال بھی اونچے درجے کے عمل ہیں‘ البتہ یہ عمل اور اس طرح کے دوسرے نیک اعمال اپنے اپنے

مواقع پر کیے جاتے ہیں' مگر اللہ کا ذکر وہ عمل ہے جو شب و روز کے تمام اوقات میں کیا جاتا ہے۔ پھر ہر عمل کی فضیلت دوسرے اعمال پر کسی ایک اعتبار سے ہوتی ہے اور کسی دوسرے اعتبار سے کوئی اور عمل اس سے اعلیٰ قرار پاتا ہے۔ مثال کے طور پر رمضان کا روزہ بڑی فضیلت کا باعث ہے' مگر پر مشقت سفر میں روزہ نہ رکھنا یعنی افطار کرنا' روزہ رکھنے سے بہتر ہوتا ہے۔

ذکر کا معنی یاد کرنا ہے اور ذکر اللہ کا مطلب ہے اللہ کو یاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس' توحید و تمجید اور عظمت و کبریائی کو ظاہر کرنے والے الفاظ ذکر اللہ شمار ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا ذکر تلاوتِ قرآن ہے' کیونکہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے ''الذِّکر'' قرار دیا ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر) ''ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ پھر نماز کو بھی ذکر کہا گیا ہے: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ) ''نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔''

اللہ تعالیٰ کا ذکر جو پوری توجہ اور دھیان سے کیا جائے وہ انسان کی شخصیت میں معرفتِ خداوندی کا باعث بنتا ہے جو انسانیت کی معراج ہے۔ جس شخص کو اپنے خالق و مالک کی پہچان ہوگئی اس کو گو ہر مقصود حاصل ہوگیا۔ اب اس کی تمام عبادت ذکر سے لبریز ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت ہر وقت اس کے شعور میں ہوگی۔ اس لیے قرآن حکیم میں فرمایا گیا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الجمعۃ) ''اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔ مسند احمد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ کا ذکر اتنا زیادہ کرو کہ لوگ تمہیں مجنوں کہنے لگیں — قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۵۲) ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا''۔ یعنی تم مجھے یاد کرو گے تو میں تم پر نظر رحمت کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کر کچھ بندگانِ خدا اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہوجاتے ہیں' اور ان کو گھیر لیتے ہیں' اور رحمتِ الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے' اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے' اور اللہ اپنے مقربین میں ان کا ذکر کرتا ہے'' (صحیح مسلم)۔ گویا ایک جگہ پر جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرنا چار خاص نعمتوں کے عطا کا باعث بنتا ہے: (۱) اللہ کے فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں۔ (۲) اللہ کی رحمت ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ (۳) ان کے دلوں پر سکینت نازل ہوتی ہے جو بہت بڑی روحانی نعمت ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ ان ذاکر بندوں کا ذکر اپنے مقرّب فرشتوں میں کرتے ہیں' گویا فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ میرے وہ بندے ہیں جو مجھ پر غائبانہ ایمان لاتے ہیں مگر اس کے باوجود یہ کس خلوص اور محبت کے ساتھ میرا ذکر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس طرح اپنے بندوں کا ذکر مقرب فرشتوں کے سامنے کرنا بڑی خوش بختی کی بات ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد) ''جان لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون اور اطمینان ملتا ہے''۔ گویا باطنی اور روحانی صفائی کے لیے ذکر اللہ سے بہتر اور کوئی عمل نہیں۔ اسی بات پر اس حدیث میں زور دیا گیا ہے۔ ذکر اللہ سے غفلت برتنے اور گناہوں کے اثر سے دل زنگ آلود ہوجاتے ہیں۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِن دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے

جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے''۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ ان کو صیقل کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت کو کثرت سے یاد کرنا اور تلاوتِ قرآن''۔ (بیہقی) اور اگر دل صاف ستھرا ہو جائے تو انسان کا سارا وجود سدھر جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے' اگر وہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے اور اگر وہ خراب ہے تو سارا جسم خراب ہے' اور وہ دل ہے''۔ (متفق علیہ) یوں جسم انسانی کی حقیقی صحت یعنی روحانی صحت کا دارومدار دل کی صحت پر ہے اور دل کی صحت ذکر اللہ کے ساتھ ہے۔

پس ذکر اللہ کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں بار بار ذکر اللہ کی تاکید آئی ہے:

☆ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ (الاحزاب)

''اے اہلِ ایمان اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو۔''

☆ ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴾ (آل عمران)

''اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح وشام اسی کی تسبیح بیان کرو۔''

☆ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝﴾ (ق)

''اور اپنے ربّ کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان کرتے رہو سورج نکلنے سے پہلے' اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔ اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرتے رہو اور نماز کے بعد بھی۔''

موقع کی مناسبت سے ذکر آہستہ آواز سے بھی کر سکتے ہیں اور اونچی آواز سے بھی۔ جب کچھ سننے والے موجود ہوں تو ذکر بلند آواز سے بھی ہو سکتا ہے' ورنہ آہستہ آواز میں ذکر اچھا ہے۔ ذاکر کو ذکر کرتے وقت اللہ کے سامنے عاجزی اور خشیت کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ اس کی رضا حاصل ہو اور ذکر قبولیت کا درجہ پالے۔ ذکر اللہ میں نمود ونمائش اور ریاکاری ثواب کے بجائے گناہ کا باعث بن جاتی ہے۔

ذکر زبان سے ہو مگر ذاکر کا عمل اس کے ذکر کی تائید کر رہا ہو۔ جب وہ سبحان اللہ کہے تو اس احساس وشعور کے ساتھ کہ اللہ ربّ العزت ہر قسم کی کمزوری سے پاک اور منزّہ ہے۔ جب وہ الحمد للہ کہے تو سمجھ رہا ہو کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اگر مخلوق کا کوئی فرد قابلِ تعریف ہے تو اس میں یہ خوبی اس کی اپنی پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ عطیہ خداوندی ہے۔ جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو جان لے کہ معبودِ حقیقی صرف اللہ ہی ہے اور وہی ہر شے کا خالق و مالک ہے' اس کے سوا سب کچھ اس کی مخلوق اور اس کے سامنے حاجت مند ہے۔ تمام مخلوقات کی ضرورتوں کو بس وہی پورا کرنے والا ہے' علیٰ ہذا القیاس۔

عام طور پر مسنون دعاؤں کی کتابوں سے ذکر کے الفاظ یاد کر کے ان کو وظیفہ بنا لیا جاتا ہے مگر کردار وعمل کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ یہ انداز خود فریبی ہے۔ ذکر اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اس سے اچھا کردار وجود میں آئے۔ ذاکر ایسی شخصیت کا حامل ہو کہ معاشرے کے افراد اس کے اخلاق اور معمولات سے متاثر ہوں۔ وہ وعدہ کرے تو سمجھ لیا جائے کہ پورا کرے گا۔ اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے تو اس کی دیانت داری پر بھروسہ ہو۔ پنجگانہ نماز کا اہتمام کرے۔ رمضان آئے تو دن کے روزے اور رات کے قیام کو خوش دلی اور آمادگی سے اختیار

کرے۔ غرض دین کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ ہاں اتنی احتیاط کے ساتھ زندگی گزارنے کی کوشش کے باوجود انسان سے خطائیں‘ کوتاہیاں اور گناہ بھی ضرور صادر ہوں گے‘ کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اپنی خطاؤں پر توبہ استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھے۔

جب ذکر اللہ کی اتنی فضیلت ہے کہ اسے انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد وقتال پر بھی فضیلت حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے کوئی ضابطہ اور شرائط ہوں گی۔ چنانچہ دھیان رکھنا ہوگا کہ ذاکر کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اس کے کردار وعمل کے عکاس ہوں‘ عقیدۂ توحید اس کے رگ وریشے میں پیوست ہو‘ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام ہو‘ سب سے بڑھ کر یہ کہ خوراک اور لباس رزقِ حلال سے آ رہے ہوں۔ ان آداب کا لحاظ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہر مؤمن سے یہ تقاضا ہے کہ وہ پورے کا پورا اسلام میں داخل ہو‘ یعنی تمام فرائض وواجبات کی پابندی کرے۔ اسلام میں اس بات کی گنجائش نہیں کہ بعض چیزوں پر تو عمل کیا جائے اور بعض کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ایسا کرنا یہود کا وطیرہ تھا‘ جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے۔

ایک بات یہ بھی پیش نظر رہے کہ مسنون اذکار کو وظیفہ ضرور بنایا جائے مگر وقت کی ضرورت کا بھی احساس کیا جائے۔ موجودہ حالات میں جب کہ ہمارے اوپر طاغوت کا نظام نافذ ہے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ غلبۂ اسلام کے لیے جدّوجہد کرے اور اس اجتماعیت کا حصہ بن جائے جس کا مقصد ملک میں نفاذِ اسلام ہو۔ اس جدّوجُہد میں تَن مَن دھن لگا دینا حالات کا تقاضا ہے۔ جب اسلام کا نفاذ ہو جائے گا تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے اور ہر مؤمن کو ذکر واذکار کے لیے سازگار ماحول میسّر آ جائے گا۔

❀❀❀

بقیہ: اجتہاد کا اجتماعی منہج

حواشی

(۱) کشف الاسرار‘ ج۳‘ ص ۱۱۳۴ ۔ والتلویح للتفتازانی‘ ج۲‘ ص ۶۷۱۔
(۲) المستصفی للغزالی‘ ج۱۔
(۳) ترمذی‘ نسائی‘ دارمی‘ احمد‘ ابوداؤد۔
(٤) اعلام الموقعین۔
(٥) صحیح البخاری۔
(٦) صحیح البخاری:۷۳۵۲۔
(۷) سنن کبریٰ للبیھقی۔
(۸) طبرانی فی الاوسط۔
(۹) الفقیہ والمتفقہ للخطیب‘ ۲:۷۳ و ۳:۲۷۷۔
(۱۰) سنن دارمی۔
(۱۱) سنن کبریٰ للبیھقی‘ ۱۰:۱۱٤۔
(۱۲) شرح معانی الآثار للطحاوی۔
(۱۳) سنن کبریٰ للبیھقی۔
(۱٤) المدخل الکبیر للبیھقی‘ ص ٤۳٤۔
(۱٥) مناقب ابی حنیفة للموفق المکی۔
(۱٦) مجمع الزوائد: ٤۲۸۔
(۱۷) جامع الترمذی‘ کتاب العلم۔
(۱۸) الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔

❀❀❀